

ذرائع ابلاغ کا کردار اور ذمہ داریاں (تعلیمات نبویؐ کی روشنی میں)

محمد عبداللہ *

اسلام دنیا میں امن، خیر اور سلامتی کا داعی ہے اور اس کی یہ تعلیمات زندگی کے ہر گوشے میں مطلوب ہیں۔ اس مقصد کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء و رسل کو ہر زمانے میں وحی الہی اور آسمانی ہدایت کے ساتھ مبعوث فرمایا جنہوں نے اپنی قوم کی زبان میں اللہ تعالیٰ کا پیغام پوری ذمہ داری، دیانت و امانت اور تمام تر توانائیوں کے ساتھ پہنچایا۔ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ إِلَّا الْبَلْغُ الْمُبِينُ (۱)

سلسلہ انبیاءؑ کی آخری کڑی رسول اکرم ﷺ کی ذات بابرکات ہے جن کو قرآن حکیم نے داعیاً الی اللہ (۲) کے خطاب سے نوازا اور اسی دعوت اور پیغام ربانی کو امت تک پہنچانا آپ کی بنیادی ذمہ داری قرار پایا۔ يٰۤاَيُّهَا الرُّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ (۳)

دوسری طرف قرآن حکیم کو اللہ تعالیٰ نے ”بَلِّغْ لِلنَّاسِ“ (۴) کا خطاب دیا کہ جس کا امت کو پہنچانا مقصود تھا۔ نبی آخر الزمان ﷺ نے فریضہ رسالت کو کس طرح پہنچایا اس کے لیے آپ کے آخری پیغام حجۃ الوداع کے موقع پر ہزاروں امتیوں کا یہ اقرار کافی ہوگا: اُدِيتْ الْاَمَانَةُ وَبَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ وَنَصَحْتَ الْاُمَّةَ (۵) آپ نے اسی ابلاغ اور پیغام رسالت کو امت مسلمہ پر قیامت تک کے لیے لازم قرار دیا۔ فليبلغ الشاهد الغائب (۶) اسی تناظر میں ذرائع ابلاغ کا قرآن و سنت کی تعلیمات میں جائزہ لینا از حد ضروری ہے۔ اگرچہ ذرائع ابلاغ کی اہمیت ہر دور میں مسلم رہی ہے مگر عصر حاضر میں اس کی وسعت کے پیش نظر افادیت دو چند ہو گئی ہے۔ اس لحاظ سے ذرائع ابلاغ کی حدود و قیود، ذمہ داریوں اور کردار کی بحث ناگزیر ہو گئی ہے اور موضوع ”ذرائع ابلاغ کا کردار اور ذمہ داریاں۔ تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں“ انتہائی بروقت اور وقت کا تقاضا ہے۔

مقالہ کا خاکہ منج:

مذکورہ عنوان پر مقالے کے منج و اسلوب کا جائزہ درج ذیل عنوانات کے تحت لیا جاسکتا ہے۔

- ۱۔ ذرائع ابلاغ کا مفہوم و مترادفات
- ۲۔ ذرائع ابلاغ کی دو جدید میں اہمیت
- ۳۔ ذرائع ابلاغ اور اسوۂ رسول ﷺ
- ۴۔ ذرائع ابلاغ کا کردار اور ذمہ داریاں (ایجابی پہلو)
- ۵۔ ذرائع ابلاغ کا کردار اور ذمہ داریاں (سلبی پہلو)
- ۶۔ تجاویز و سفارشات

* ایسوسی ایٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سینٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان

۷۔ حوالہ جات و حواشی

۱۔ ذرائع ابلاغ کا مفہوم و مترادفات:

دو جدید میں ذرائع ابلاغ کا مفہوم بہت وسعت اختیار کر گیا ہے جس کا ذیل میں جائزہ لیا جاتا ہے۔

۱.۱ ابلاغ کا مفہوم:

ابلاغ عربی زبان کا لفظ ہے جو بلغ (باب نصر) سے نکلا ہے جس کے لفظی معنی پہنچا دینا یا مقصد تک رسائی حاصل کرنا کے ہیں۔ بَلَّغَ عَنْهُ الرِّسَالَةَ إِلَى الْقَوْمِ پیغام رسائی کرنا۔ (۷) لغات القرآن میں ابلاغ کے معنی انتہائی مقصد، منتہی تک پہنچنے کے آتے ہیں خواہ مقصد منتہی کوئی مقام ہو یا وقت یا کوئی شے۔ (۸)

قرآن حکیم میں بلغ، ابلاغ اور بلاغ کے الفاظ متعدد مواقع پر استعمال ہوئے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الرُّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ (۹)

”اے رسول ﷺ آپ کے پروردگار کی طرف سے جو کچھ اترا ہے اس کو پہنچاؤ۔“

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ مَا أُرْسِلْتُ (۱۰) (پھر اگر تم منہ پھیرو گے تو جو مجھے دے کر بھیجا گیا تھا وہ تمہیں پہنچا

(یا)

هَذَا بَلِّغْ لِلنَّاسِ (۱۱) (یہ قرآن لوگوں کے لئے اعلان ہے)

الَّذِينَ يَبْلَغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ (۱۲) (جو لوگ اللہ کا پیغام پہنچاتے رہے)

وَمَا عَلَى الرُّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينِ (۱۳) (اور رسول کے ذمہ صرف صاف طور پر پہنچا دینا ہے)

دینی اصطلاح میں دعوت، تبلیغ اور نیکی کی بات دوسروں تک پہنچانا ہے۔ لیکن ابلاغ اپنے مفہوم کے لحاظ سے عام ہے اور اس میں دینی یا غیر دینی، اچھی یا بری بات کی کوئی قید نہیں۔ مطلق پہنچانا ہے کوئی پیغام، کوئی بات اور کوئی خبر بھی ابلاغ کا موضوع بن سکتی ہے۔ جب کسی بات، خبر یا پیغام کو عام لوگوں تک پہنچانے کا اہتمام کیا جاتا ہے تو وہ ابلاغ عامہ کہلاتا ہے۔ (۱۴)

ابلاغ کی اصطلاحی مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے نفیس الدین سعدی لکھتے ہیں:

”ابلاغ اس ذریعہ علم یا خبر کا نام ہے جس کے ذریعے کوئی شخص، کوئی اطلاع، خیال یا جذبہ دوسروں تک منتقل کرتا ہے۔“ (۱۵)

ابلاغ کے لیے ضروری نہیں کہ اس کے لیے الفاظ ہی استعمال کیے جائیں۔ آرٹسٹ اپنے خیالات کا اظہار رنگوں کے ذریعے کرتا ہے۔ عکاس اپنا نظریہ دوسروں تک پہنچانے کے لیے سنولائٹر اور کیمرے کا سہارا لیتا ہے۔ ایک اداکار اپنے جذبات کے اظہار کے لیے اپنی زبان اور چہرے کے تاثرات کو ذریعہ بناتا ہے۔ (۱۶)

ابلاغ کا عمل دو عناصر سے مرکب ہے۔ ایک یہ کہ پیغام رساں کیا پیغام دینا چاہتا ہے، دوسرے اس پیغام کی

ترسیل و تکمیل کے لیے وہ کون سا طریقہ یا ذریعہ استعمال کرتا ہے۔ مؤخر الذکر ہی کو ذرائع، سے تعبیر کرتے ہیں اور دونوں کے مرکب کو ”ذرائع ابلاغ“ کہا جاسکتا ہے۔

۱.۲ ابلاغ کے مترادفات:

ابلاغ کے متعدد مترادفات ملتے جلتے مفہوم کو ادا کرتے ہیں جن کا یہاں پر تذکرہ مناسب ہوگا۔

۱۔ کمیونیکیشن (Communication)

انگریزی میں ابلاغ کے لئے لفظ Communication استعمال ہوتا ہے۔ جس کا مطلب دوسروں تک اپنے خیالات پہنچانے، اپنا مطلب واضح کرنے، معلومات پہنچانے اور بات چیت کے ہیں۔ (۱۷)

"Communication is an act of transmitting ideas, attitudes and informations from one person to another". (۱۸)

۲۔ صحافت (Journalism)

ابلاغ کے معنوں میں لفظ صحافت بھی مستعمل ہے جو عربی زبان کے لفظ صحیفہ سے ماخوذ ہے۔ جس کے لغوی معنی کتاب یا رسالہ کے ہیں۔ ابن منظور کے خیال میں الصحیفہ التي یکتب فیہا والجمع صحائف و صحف (۱۹) وہ چیز جس پر کچھ لکھا جائے اس مناسب سے ورق کی ایک جانب یعنی صفحہ کو صحیفہ کہتے ہیں۔ اور جدید عربی میں صحیفہ بمعنی جریڈہ اور اخبار بھی مستعمل ہے۔ (۲۰)

اصطلاحاً صحافت سے مراد، روزانہ کے واقعات کو تحریر، آواز اور تصاویر کی صورت میں پیش کرنے کو کہتے ہیں اس کے لیے انگریزی کا لفظ Journalism مستعمل ہے۔ انگریزی میں اس کی تعریف یوں کی گئی ہے:

"Journalism is the collection and periodical publishing of current news. It was confined for centuries to newspapers and magazines". (۱۹)

۳۔ میڈیا (Media):

میڈیا بھی انگریزی زبان کا لفظ ہے اردو میں اس کا ترجمہ ذرائع ابلاغ یا صحافت ہی کہا جاتا ہے۔ میڈیا میں مطبوعہ اور برقی صحافت کے تمام ذرائع خواہ وہ سمعی ہوں یا بصری شامل ہیں۔

۱.۳ ذرائع ابلاغ کی اقسام:

قدیم زمانہ میں ابلاغ کے طریقے سادہ تھے۔ لوگ زیادہ تر زبان و بیان سے ہی ابلاغ کا کام لیتے تھے بعد ازاں لوگ لکڑی کی چھالوں اور تختیوں پر لکھ کر ابلاغ کرتے تھے۔ چھاپہ خانہ کی ایجاد سے طباعت و ابلاغ کی دنیا میں انقلاب رونما ہوا پھر ریڈیائی صحافت کا آغاز ہوا تو لوگوں کو خبریں پڑھ کر سنائی جانے لگیں، پھر ٹیلی ویژن کی آمد سے مزید انقلاب رونما ہوا

کمپیوٹر اور انٹرنیٹ نے تو ذرائع ابلاغ کی دنیا ہی بدل دی ہے۔ ارتقاء کا یہ سفر جاری و ساری ہے۔

محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

تاہم دور جدید میں ذرائع ابلاغ کو درج ذیل حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ مطبوعہ ذرائع ابلاغ (Print Media):

اس حصہ میں وہ تمام ذرائع شامل ہیں جن میں قلم و قرطاس اور چھاپہ خانہ استعمال ہوتا ہے۔ مطبوعہ مواد میں کتب و رسائل، اخبارات و مجلات، پوسٹرز، ہینڈ بلز وغیرہ شامل ہیں۔

۲۔ برقیاتی ذرائع ابلاغ (Electronic Media):

وہ تمام ذرائع جن میں بجلی، روشنی (Light) استعمال ہوتی ہے ان میں ریڈیو، ٹیلی ویژن، فلم، وی۔سی۔ آر، کیبل، سلائیڈز اور ہیڈ پروجیکٹر شامل ہیں۔ علاوہ ازیں دور جدید میں کمپیوٹر، انٹرنیٹ بالخصوص سیٹلائٹ سے منسلک جملہ ذرائع بھی اسی کی ذیل میں آتے ہیں۔ الیکٹرانک میڈیا کو مزید دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(ا) سمعی ذرائع (Audio Media) اس میں کان سے سنے جانے والے جملہ ذرائع شامل ہیں۔

(ب) بصری ذرائع (Video Media) اس میں آنکھ سے دیکھے جانے والے جملہ ذرائع شامل ہیں۔

۳۔ سماجی ذرائع ابلاغ (Social Media):

اگرچہ اس کا شمار بھی برقی ذرائع ابلاغ میں ہوتا ہے مگر اس کی اہمیت کے پیش نظر دور جدید میں اس کا تذکرہ الگ سے بھی کیا جاسکتا ہے۔ اس میں ای۔میل، فیس بک، ٹویٹر، لنکڈ ان، یوٹیوب اور سکاٹپ وغیرہ شامل ہیں جن کے ذریعے دنیا بھر کے مختلف افراد بالواسطہ یا بلاواسطہ رابطہ کر سکتے ہیں۔ اور افکار و خیالات ایک دوسرے تک پہنچاتے ہیں۔

۲۔ ذرائع ابلاغ کی اہمیت:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو زبان و بیان اور لکھنے، پڑھنے کی صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ ابلاغ کے جو ذرائع انسان کو میسر ہیں وہ کسی اور مخلوق کو میسر نہیں۔ علم و عقل کے امتیاز کے ساتھ وہ اظہار اور ابلاغ کے متنوع اسالیب اختیار کر سکتا ہے۔ زبان و بیان کا ذکر اللہ تعالیٰ نے یوں کیا ہے:

خَلَقَ الْإِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ. (۲۲) اسی نے انسان کو پیدا کیا، اسی نے اسکو بولنا سکھایا۔

لکھنے اور پڑھنے کا ذکر یوں کیا ہے:

اقْرَأْ وَ رَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ. (۲۳)

پڑھو تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے، جس نے قلم کے ذریعے انسان کو وہ باتیں سکھائیں جس کو وہ نہیں جانتا تھا۔ انسانی ابلاغیات کا اگر جائزہ لیں تو اس کا آغاز پہلے انسان سے ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو جو علم

سکھایا وہ ابلاغ الہی کا پہلا سبق تھا۔ بندے کا اپنے رب کا پیغام وصول کرنا اور اسے آگے دوسرے انسانوں تک پہنچانا کار نبوت ٹھہرا اور حیات انسانی میں وحی کا ذریعہ قائم ہوا۔ نبی اور رسول ﷺ تاریخ انسانی کے پہلے مبلغ (Communicator) ہیں۔ دور جدید میں پوری دنیا عالمی اکائی (Global Village) کی حیثیت اختیار کر چکی ہے اور یہ سب کچھ ذرائع ابلاغ کے تیزی سے بڑھتے ہوئے اثرات کی بدولت ہوا ہے۔ کسی بھی ریاست و مملکت کے استحکام میں جو بنیادی عوامل کار فرما ہوتے ہیں ان میں مقتضہ، انتظامیہ اور عدلیہ کے ساتھ ذرائع ابلاغ کو بھی چوتھے ستون کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔ ڈاکٹر خالد علوی ذرائع ابلاغ کی اسی اہمیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

”ذرائع ابلاغ نے انسانی زندگی کو نئی رفتار اور نئی معرفت عطا کی ہے۔ انسان کو گرد و پیش کا شعور دیا ہے اور زندگی کے مسائل کی نقاب کشائی کی ہے۔ اگر غور کریں تو دورِ حاضر کی تمام تر علمی ترقی و خوشحالی، سائنسی ایجادات اور علمی تحقیقات کا ادراک انہی ذرائع سے حاصل ہوتا ہے۔ سیٹلائٹ کی ایجاد نے تو پوری دنیا کو سمیٹ کر رکھ دیا ہے۔ دنیا میں ہونے والے تمام واقعات و حادثات ٹیلی ویژن سکرین پر دیکھے جاسکتے ہیں۔ ذرائع ابلاغ نے معلومات اور آگہی میں بے پناہ اضافہ کیا ہے۔ ذرائع ابلاغ صرف معلومات ہی کا نہیں، تفریح کا ذریعہ بھی ہے۔ سائنسی تحقیقات، تازہ خبریں و تبصرے، کھیلوں کے مناظر، موسیقی اور تعلیمی پروگرام، وہ پہلو ہیں جن سے ذرائع ابلاغ نے روزمرہ زندگی کی رونقیں بڑھائی ہیں۔ عالمی آگہی کا یہ عالم ہے کہ دنیا کے کسی حصے میں کوئی واقعہ یا حادثہ رونما ہوتا ہے تو ہر شخص اس سے واقف ہوتا ہے۔“ (۲۳)

ذرائع ابلاغ کا دائرہ کار فرد کی ذات سے لے کر اجتماعیت و حکومت تک محیط ہے اور اس کے اثرات کو روکنا کسی کے بس کی بات نہیں۔ بلاشبہ ہر شے کے مثبت اور منفی دورخ ہوا کرتے ہیں۔ اگرچہ ایسے افراد بھی ہر معاشرے میں رہے ہیں خواہ قلیل تعداد میں کیوں نہ ہوں جو ذرائع ابلاغ کو شیطانی آلات سے تعبیر کرتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ تو بنیادی طور پر آلات و ذرائع ہیں، ان کا مثبت یا منفی استعمال ان کے پس پردہ قوتوں پر ہی منحصر ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ ان کے مضر اثرات سے فرد و معاشرہ کو بچایا اور تعمیر اور مثبت اثرات کو فروغ دیا جاسکتا ہے۔ قائد اعظم محمد علی جناح نے ۲۳ مئی ۱۹۴۸ء کو سری نگر میں کشمیر کے صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا:

”صحافت ایک بڑی قوت ہے جو فائدہ بھی پہنچا سکتی ہے اور نقصان بھی، اگر یہ ٹھیک پنج پر ہو تو رائے عامہ کی رہنمائی بھی کر سکتی ہے۔“

ذرائع ابلاغ کا بنیادی کردار صحت پر مبنی خبروں کی اشاعت، معاشرے میں خیر و تعاون کا فروغ اور شر و فساد کا خاتمہ ہے۔ عوام کی ضروریات اور مسائل سے حکومتوں کو آگاہ کرنا اور دونوں کے حقوق و فرائض کے شعور کو بیدار کرنا ہے۔

نجی زندگی کا تحفظ اور بنیادی انسانی حقوق کی پاس داری کرنا بھی اس کے فرائض میں شامل ہے۔ معاشرہ اور ملکی سطح پر اخلاق، قانون اور آئین کے نفاذ کی ترغیب دلانا ہے۔ علاوہ ازیں داخلی انتشار، فرقہ واریت، نسلی و لسانی اور علاقائی تعصبات کا خاتمہ کرنا اور قومی و ملی یکجہتی کو فروغ دے کر ملکی سالمیت و استحکام کو یقینی بنانا ہے۔ ذرائع ابلاغ کے اس کردار پر ڈاکٹر

خالہ علوی مزید یوں روشنی ڈالتے ہیں:

”ذرائع ابلاغ کو حکومتوں اور عوام کے درمیان ایک موثر رابطے کا مرتبہ حاصل ہے۔ ان کے ذریعے باہمی اعتماد کی فضا پیدا ہو سکتی ہے اور عوام حکومت کی پالیسیوں کو سمجھ کر موافق یا مخالف رد عمل کا اظہار کر سکتے ہیں۔ آزاد پریس حکومتوں اور معاشروں کی نگرانی کا فریضہ بھی انجام دیتا ہے۔ معاشرے کی خرابیاں بعض افراد، اداروں کی معاشرت اور اخلاق دشمن سرگرمیاں اور حکومتوں کی چہرہ دستیاں پریس کے ذریعے ہی بے نقاب ہوتی ہیں۔ آزاد پریس کسی معاشرے کا بیدار دماغ اور پینا آنکھ ہوتا ہے۔ اس کے ذریعے کسی معاشرے کے استحکام و انتشار کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔“ (۲۵)

۳۔ ذرائع ابلاغ اور اسوۂ رسول ﷺ:

قرآنی اصطلاح میں رسول، فرستادہ، قاصد اور پیغام بر کو کہتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا نبی، فرشتہ یا کوئی اور شخص بھی ہو سکتا ہے۔ جملہ انبیاء کرام کا بنیادی منصب اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ترجمانی کرنا ہے اور یہی ابلاغ ہے۔ ارشاد الہی ہے:

اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ. (۲۶)

فرشتوں اور آدمیوں میں سے ہی اللہ پیغام پہنچانے کے لیے چن لیتا ہے۔

قرآن حکیم کے مطابق ہر پیغمبر اللہ تعالیٰ کے احکامات بلا کم و کاست بندوں تک پہنچا دیتے ہیں اور اس ابلاغ میں ذرہ بھر بھی کوتاہی نہیں کرتے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

أَبْلَغَكُمْ رِسَالَتِي وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ. (۲۷)

تمہیں اپنے رب کے پیغام پہنچاتا ہوں اور میں تمہارا امانت دار خیر خواہ ہوں۔

سلسلہ رسل کی آخری کڑی، خاتم النبیین، حضور اکرم ﷺ کو بھی ابلاغ کا یہی فریضہ سونپا گیا جو آپ ﷺ نے پوری ذمہ داری اور دیانت داری سے ادا کیا۔ ارشاد الہی ہے:

يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ. (۲۸)

اے رسول ﷺ، جو تجھ پر تیرے رب کی طرف سے اترا ہے، اسے پہنچا دے اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو اس کی پیغمبری کا حق ادا نہیں کیا۔

رسول اکرم ﷺ نے اسی حکم الہی کے مطابق فریضہ رسالت ادا کیا اور اپنی پاکیزہ زندگی میں اس دور اور معاشرہ میں موجود ذرائع ابلاغ کو استعمال کیا۔ مفتی محمد شفیع، مولانا اشرف علی تھانویؒ کے رسالہ ’اخبار نبی‘ سے استفادہ کرتے ہوئے اپنی ایک تحریر ’آداب الاخبار‘ میں لکھتے ہیں:

”حضور سرور کائنات ﷺ اور صحابہ کرامؓ اپنی اسلامی برادری کے اخبار و احوال پر مطلع ہونے اور کرنے کا

اہتمام اس لیے فرماتے تھے کہ مطلع ہو کر مظلوم کی داد رسی، بیمار کی عیادت، ضعفاء کی اعانت جتنا جوں کی امداد کرنے کے لیے ہر قسم کی مادی اور روحانی ذرائع استعمال کیے جائیں اور اگر کسی مادی امداد پر قدرت نہ ہو تو کم از کم دعا سے اس کے شریک غم ہو جائیں اور یہی تمام اسلامی تعلیمات کی روح اور مسلمانوں کی ترقیات ماضی کا راز ہے۔ (۲۹)

بعثت و نبوت سے قبل ہی آپ صادق اور امین کے القابات سے سرفراز تھے۔ آپ کی صداقت و امانت کا اعتراف دشمن بھی کرتے تھے۔ نبوت سے سرفرازی کے موقع پر حضرت خدیجہؓ نے آپ کے اخلاق عالیہ کو ہی بیان فرمایا۔ نبوت و رسالت کا اظہار سب سے پہلے اہل خانہ اور قریبی ساتھیوں سے کرنا۔ اظہار و اعلان کے لیے قریبی رشتہ داروں کی دعوت کرنا اور ان الفاظ کے ساتھ دعوت دینا۔ راہنما اپنے گھر کے لوگوں سے جھوٹ نہیں بول سکتا۔ اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں تمہاری طرف خصوصاً اور لوگوں کی طرف عموماً اللہ کا رسول (فرستادہ) ہوں۔ بخدا! تم لوگ اسی طرح موت سے دوچار ہو گے جیسے سو جاتے ہو اور اسی طرح اٹھائے جاؤ گے جیسے سو کر جا گتے ہو۔ پھر جو کچھ تم کرتے ہو تم سے اس کا حساب لیا جائے گا۔ (۳۰)

ابلاغ میں کس قدر نکھار اور موقف میں کس قدر صداقت ہے۔ اسی طرح جب دوسرے مرحلے پر دعوت کا کوہ صفا پر اعلان عام کیا۔ عرب دستور کے مطابق یا صباہ کی پکار لگائی اور بطون قریش کو ان الفاظ کے ساتھ دعوت دی۔ ”تم لوگ یہ بتاؤ اگر میں یہ خبر دوں کہ ادھر وادی میں شہسواروں کی ایک جماعت ہے جو تم پر چھاپہ مارنا چاہتی ہے تو کیا تم مجھے سچا مانو گے؟ لوگوں نے کہا، ہاں ہم نے آپ پر سچ کا ہی تجربہ کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اچھا تو میں تمہیں ایک سخت عذاب سے پہلے خبردار کرنے کے لیے بھیجا گیا ہوں۔“ (۳۱)

اسی طرح دعوت حق کے ابلاغ کے لیے آپ ﷺ عرب کے میلوں جیسے عکاظ، ذوالحجاز وغیرہ میں گئے اور مختلف قبائل کے پاس بھی تشریف لے جاتے۔

نزول قرآن کے موقع پر قرآن حکیم کی حفاظت و کتابت کا اہتمام کرنا اور کتابتین وحی کا تقرر کرنا نیز عرب کے معاشرے میں موجود لکھنے کی اشیاء جیسے چمڑہ، کھجور کی چھال، پتھر، اونٹ کی شانے کی ہڈیوں کو استعمال میں لانا، مطبوعہ و منقولہ ابلاغ کی طرف ایک قدم تھا۔

مدنی دور میں مختلف مذاہب و قبائل سے معاہدات کرنا اور ان معاہدات کو تحریری صورت میں لانا بالخصوص میثاق مدینہ کے لیے صحیفہ اور کتاب کے الفاظ استعمال کرنا صحافت و ابلاغیات کی بنیاد رکھنا ہے کہ جن کے ذریعے پورے معاشرے کو وحدت کی لڑی میں پرو دیا۔ (۳۲)

دعوت اسلام کے عالمی اور آفاقی ابلاغ کے لیے اپنے دور کے سربراہان مملکت کو خطوط تحریر کرنا اور وہاں کے رسم و رواج اور زبانوں کے ماہرین کو بطور قاصد روانہ کرنا ابلاغ کا ہی کمال ہے۔ (۳۳)

فتح مکہ کے بعد وفود العرب کو دعوت اسلام دینا مختلف ذرائع ابلاغ کی طرف دلیل ہے۔ نیز خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی ”قصوی“ نامی اونٹنی پر چڑھ کر اسلامی تعلیمات کا خلاصہ اور انسانی حقوق کا منشور پیش کرنا، خطبات اور نمازوں میں

مکرمین کا مقرر کرنا، تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک آپ کا پیغام اور آواز پہنچے۔ یہ سب عہد نبوی ﷺ کے ذرائع ابلاغ ہیں جن کو پھر یہ اعلان فرمایا، فلیبلغ الشاهد الغائب۔ (۳۳)

آپ ﷺ نے اپنے فرائض رسالت کی بجا آوری کے لیے استعمال فرمایا۔ یقیناً یہ آپ ﷺ کا اسوہ حسنہ ہے جو قیامت تک کے انسانوں کے لیے اور پاکیزہ صحافت کے حامل افراد کے لیے نمونہ تقلید ہے۔

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (۳۵)

”البتہ تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں اچھا نمونہ ہے۔“

۳۔ ذرائع ابلاغ کا کردار اور ذمہ داریاں (ایجابی پہلو):

جیسا کہ سابقہ سطور میں بیان کیا گیا کہ ابلاغ اصلاً ایک پیغمبرانہ مشن اور صحافت ایک پاکیزہ اور مقدس پیشہ ہے۔ معاشرہ میں اس کا اہم کردار ہے۔ آئندہ سطور میں ذرائع ابلاغ کے کردار اور ذمہ داریوں کو ایجابی پہلوؤں کے لحاظ سے دیکھا جائے گا۔

۴۔ حق و صداقت کا اظہار:

ذرائع ابلاغ میں حق و صداقت کا اظہار بنیادی شرائط میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات جو حق و صداقت کا منبع ہے انبیاء کرام کو اسی پیغام کے ساتھ دنیا میں بھیجا ہے اور انسان کو بھی حق و صداقت کے اظہار کا حکم دیا ہے۔ قرآن حکیم نے بار بار اس امر کا اظہار کیا ہے وہ سچائی، حق و انصاف کا ساتھ دیں۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾ (۳۶)

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور راست بازوں کے ساتھ رہو۔“

قرآن حکیم نے اس امر کی بھی صراحت کی ہے حق و انصاف پر نہ صرف قائم رہیں بلکہ اس پر کسی بھی قسم کا دباؤ قبول نہ کریں۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوِّمِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ أَوِ

الْوَالِدِينَ وَالْأَقْرَبِينَ إِن يَكُنْ غَنِيًّا أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أُولَىٰ بِهِمَا فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَنْ

تَعْدِلُوا وَإِنْ تَلَوْا أَوْ تَعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا﴾ (۳۷)

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو انصاف پر قائم رہو اور اللہ کے لیے سچی گواہی دو خواہ اس میں تمہارا،

تمہارے ماں باپ اور رشتہ داروں کا نقصان ہی ہو۔ فریق معاملہ خواہ مالدار ہو یا غریب، اللہ تم سے

زیادہ ان کا خیر خواہ ہے۔ لہذا اپنی خواہش نفس کی پیروی میں عدل سے باز رہو۔ اگر تم نے لگی لپٹی

بات کہی یا سچائی سے پہلو بچایا تو جان رکھو جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو اسی کی خبر ہے۔“

اسی طرح حق بات پر گواہی کا مطالبہ بھی کیا گیا ہے اور شہادت کا مطلب صرف اتنا ہی نہیں کہ کسی مقدمہ کے سلسلے میں پیش ہو کر گواہی دی جائے بلکہ شہادت کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ آدمی جس حق سے آگاہ ہے، دوسروں کو بھی اس سے آگاہ کرے اور اسے نہ چھپائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آتِمٌ قَلْبُهُ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ﴾ (۳۸)

”اور شہادت ہر گز نہ چھپاؤ۔ جو شہادت چھپاتا ہے، اس کا دل گناہ میں آلود ہے اور اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ہے۔“

اسی حق و صداقت کو حضور ﷺ نے اپنے ایک ارشاد میں فرمایا ہے:

أبو هريرة رضي الله عنه : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- قَالَ : أَمْرُنِي رَبِّي بِتِسْعٍ : خَشْيَةِ اللَّهِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ ، وَكَلِمَةِ الْعَدْلِ فِي الْغَضَبِ وَالرَّضَى ، وَالْقَصْدِ فِي الْفَقْرِ وَالْغِنَى ، وَأَنْ أَصِلَ مَنْ قَطَعَنِي ، وَأَعْطَى مَنْ حَرَمَنِي ، وَأَغْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَنِي ، وَأَنْ يَكُونَ صَمْتِي فَكْرًا ، وَنُطْقِي ذِكْرًا ، وَنَظْرِي عِبْرَةً ، وَأَمْرٌ بِالْعُرْفِ ، وَقِيلَ : بِالْمَعْرُوفِ . (۳۹)

”حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میرے رب نے مجھے نو باتوں کا حکم دیا ہے، اللہ کا خوف سر و علانیہ میں، غضب اور رضا دونوں حالتوں میں انصاف کی بات کہوں، تنگ دستی و خوشحالی دونوں حالتوں میں اعتدال سے خرچ، جو مجھ سے کئے میں اس سے بڑوں، جو میرے حق سے محروم کرے میں اسے اس کا حق دوں، جو میرے ساتھ ظلم کرے میں اس کو معاف کروں، میری خاموشی فکر پر مبنی ہو، میرا بولنا ذکر پر مبنی ہو، اور میں نیکی کا حکم کیا کروں۔“

اخبارات اور صحافیوں کو بعض صورتوں میں اپنے ضمیر کے خلاف کام کرنے یا نہ کرنے کی صورت میں شدید مشکلات اور دباؤ سے بھی دوچار ہونا پڑتا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وقت کے حکمران اخبارات کو مجبور کرتے ہیں کہ ان کی غلط پالیسیوں کی تائید کی جائے۔ اس مقصد کے لئے اشتہارات پر پابندی، مقدمات میں الجھانے، اخبار اور پریس سے ضمانت طلب کرنے اور اخبارات کا اجازت نامہ (Declaration) منسوخ کرنے کی دھمکیوں سے کام لیا جاتا ہے۔ اگر اخبار یا صحافی حق گوئی کی صفت کے حامل ہوں تو ان دھمکیوں کو خاطر میں نہیں لاتے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بااثر لوگ، جاگیردار اور سرمایہ دار اپنی زیادتیوں کی خبریں رکوانا چاہتے ہیں۔ کبھی ان کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کے حق میں خبریں شائع کی جائیں۔ اس مقصد کے لئے وہ خوشامد سے بھی کام لیتے ہیں۔ دھن، دھونس اور دھاندلی کے حربے بھی استعمال کرتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے ایسے حالات میں ذرائع ابلاغ حق گوئی اور سچائی کا فریضہ جہاد سمجھ کر ادا کریں۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا:

”افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جائر“ (۴۰) ”جابر سلطان کے سامنے کلمہ حق کہنا افضل جہاد ہے“

۲۔ ابلاغ کا مقصد نیکیوں کا فروغ اور منکرات کا خاتمہ ہے:

جب ابلاغ کا مادہ بلغ، پہنچا دینے سے ہے اور تبلیغ و مبلغ بھی اسی سے نکلے ہیں تو لامحالہ ابلاغ ایک پیغمبرانہ فریضہ ہے۔ نیکی کا فروغ اور برائی کی روک تھام، اسلامی معاشرت کا بنیادی اصول ہے لہذا ذرائع ابلاغ کو اسی اصول کی پابندی کرنا ہوگی۔ قرآن نے اس اصول کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ قرآن مجید نے تو امت مسلمہ کے وجود کا مقصد ہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر قرار دیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾ (۳۱)

”تم دنیا میں بہترین امت ہو جسے انسانوں کے لیے اُٹھایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور بدی سے روکتے

ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔“

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَأَمُرَنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلَتَنْهَوَنَّ عَنِ الْمُنْكَرِ أَوْ لَيُوشِكَنَّ اللَّهُ أَنْ يَبْعَثَ

عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْهُ فَتَدْعُونَهُ وَلَا يَسْتَجِبْ لَكُمْ“ (۳۲)

”قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ تمہیں نیکی کا ضرور حکم دینا ہوگا اور برائی سے ضرور روکنا ہوگا ورنہ عین ممکن ہو کہ اللہ تم پر اپنی طرف سے عذاب بھیج دے پھر تم اسے پکارو گے اور تمہیں

جواب نہ آئے گا۔“

اس سلسلے میں ڈاکٹر خالد علوی لکھتے ہیں:

”اسلامی ریاست میں ذرائع ابلاغ کی پوری پالیسی اسی اصول کے تابع ہونی چاہیے۔ ایسی خبریں، ایسے

ڈرامے، ایسے تفریحی پروگرام اور ایسی تشہیر جو نیکی کے تصور کے خلاف اور بدی کے فروغ کا ذریعہ بنیں

ناقابل قبول ہیں۔ اسلامی نظریہ ابلاغ میں نیکی کا فروغ وہ اساسی پتھر ہے جس پر میڈیا کی پوری عمارت

کھڑی ہوتی ہے۔“ (۳۳)

۳۔ قلم اور الفاظ کی حرمت کا لحاظ:

قلم و قراطس ہی علم کی بنیاد ہیں۔ قلم سے تحریر جنم لیتی ہے اور یہی تحریر مطبوعہ ذرائع ابلاغ کی بنیاد قرار پاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں متعدد جگہوں پر قلم، قراطس اور تحریر کی اہمیت کا ذکر کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّا جَاءْنَاكُمْ بِالْحَقِّ قَلَمٍ وَمَا يَسْطُرُونَ﴾ (۳۴)۔ ”قلم کی قسم ہے اور اس کی جو اس سے لکھتے ہیں۔“

اسی طرح پہلی وحی میں علم و ابلاغ کے ذرائع کا تذکرہ یوں کیا ہے۔

﴿اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾ (۳۵)

”پڑھیے اور آپ کا رب سب سے بڑھ کر کرم کرنے والا ہے۔ جس نے قلم سے سکھایا، انسان کو سکھایا جو وہ

نہ جانتا تھا۔“

قلم کے استعمال کا فن جب خود خالق کائنات نے سکھایا ہے تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس نے اس فن کے صحیح استعمال کی ہدایت نہ دی ہو اور اس کے غلط استعمال کے نتائج سے خبردار نہ کیا ہو۔ مولانا مفتی محمد شفیعؒ اپنے ایک مضمون 'آداب الاخبار' میں صحافیوں اور لکھنے والوں کی ذمہ داریوں کی بابت لکھتے ہیں:

”اس باب میں سب سے زیادہ یہ جاننا ضروری ہے کہ کسی بات کا قلم سے لکھنا بعینہ وہی حکم رکھتا ہے جو زبان سے کہنے کا ہے، جس کلام کا زبان سے ادا کرنا ثواب ہے، اس کا قلم سے لکھنا بھی ثواب ہے اور جس کا بولنا گناہ ہے اس کا قلم سے لکھنا بھی گناہ ہے۔ بلکہ لکھنے کی صورت میں ثواب اور گناہ دونوں میں ایک زیادتی ہو جاتی ہے کیونکہ تحریر ایک قائم رہنے والی چیز ہے، مدتوں تک لوگوں کی نظر سے گذرتی رہتی ہے اس لیے جب تک وہ دنیا میں موجود رہے گی لوگ اس کے اچھے یا برے اثر سے متاثر ہوتے رہیں گے۔ اس لیے ہر مضمون نگار کا فرض ہے کہ ہر مضمون پر قلم اٹھانے سے پہلے درج ذیل معیار پر جانچ لے۔“

۱۔ جس وقت کسی چیز کے لکھنے کا ارادہ کرے پہلے اپنے ذہن میں بٹھالے کہ اس کا لکھنا میرے لیے جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ثابت ہو تو قدم آگے بڑھائے ورنہ محض لوگوں کو خوش کرنے کے لیے گناہ میں ہاتھ رنگ کر، برائی بدشگونئی کے لیے اپنی ناک نہ کاٹے۔ یہ ایک شرعی اجمالی قانون ہے جو فقط اخبار نویس میں ہی نہیں بلکہ ہر قسم کی تحریر میں ہر مسلمان کا مطمع نظر ہونا چاہیے۔

۲۔ جو واقعہ کسی شخص کی مذمت اور معائب پر مشتمل ہو اس کو اس وقت تک ہرگز شائع نہ کیا جائے جب تک حجت شرعیہ سے اس کا ثبوت نہ مل جائے کیونکہ جھوٹا الزام لگانا یا افتراء باندھنا کسی کافر پر بھی جائز نہیں لیکن آہ! کہ آج اہل قلم اس سے غافل ہیں اور اخبار کا شاید کوئی صفحہ اس سے خالی ہوتا ہو۔

۳۔ یہ بات بھی یاد رکھنا ضروری ہے کہ اس معاملہ میں حجت شرعیہ کے لیے کسی افواہ کا عام یا کسی اخبار کا لکھ دینا ہرگز کافی نہیں بلکہ شہادت شرعیہ ضروری ہے کیونکہ دورِ حاضر کے موجودہ تمام اخبارات کے صد ہا تجربات نے اس بات کو ناقابل انکار کر دیا ہے کہ بہت سے مضامین اور واقعات اخبارات میں شائع ہوتے ہیں اور جس شخص کی طرف سے شائع ہوتے ہیں اس غریب کو خبر تک نہیں ہوتی اور یہ صورت کبھی قصداً کی جاتی ہے اور کبھی سہواً دھڑکا ہو جاتی ہے۔

۴۔ کسی شخص کے عیب یا گناہ کا واقعہ اگر حجت شرعیہ سے ثابت ہو جائے تب بھی اس کی اشاعت اور درج اخبار کرنا جائز نہیں بلکہ اس وقت بھی اسلامی فرض یہ ہے کہ خیر خواہی سے تنہائی میں اس کو سمجھایا جائے اس لیے رحمۃ للعالمین نے متعدد احادیث میں اس کی تاکید فرمائی ہے کہ اگر اپنے بھائی مسلمان کا کوئی عیب یا گناہ ثابت ہو تو اس کو رسوا نہ کرے بلکہ پردہ پوشی کرے۔ (۴۶)

۵۔ صحتِ خبر اور خبر کے ذرائع کی تحقیق:

اطلاعات کی فراہمی اور خبروں کی اشاعت میں بعض اوقات معمولی سی غفلت اور بے احتیاطی نہایت پریشان کن

صورت حال پیدا کر سکتی ہے۔ کسی شخص یا گروہ کے بارے میں غلط خبر چھپ جانے سے اسے نقصان بھی پہنچ سکتا ہے بدنامی اور بے عزتی بھی ہو سکتی ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام نے صحیح خبر اور اس کے ذرائع کی تحقیق و تصدیق پر بہت زور دیا ہے۔ قرآن حکیم نے اس سلسلے میں ایک سنہری اصول یہ دیا ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ﴾ (۴۷)

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانستہ نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر اپنے کیے پر پشیمان ہو۔“

مولانا مودودیؒ آیت مذکورہ کی تفسیر کے ضمن میں لکھتے ہیں:

”اس آیت کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ اصولی ہدایت دی کہ جب کوئی اہمیت رکھنے والی خبر، جس پر کوئی بڑا نتیجہ مرتب ہوتا ہو، تمہیں ملے تو اس کو قبول کرنے سے پہلے یہ دیکھ لو کہ خبر لانے والا کیسا آدمی ہے؟ اگر وہ کوئی فاسق شخص ہو یعنی جس کا ظاہر حال یہ بتا رہا ہو کہ اس کی باب اعتماد کے لائق نہیں ہے تو اس کی دی ہوئی خبر پر عمل کرنے سے پہلے تحقیق کر لو کہ امر واقعہ کیا ہے؟ اس حکم ربانی سے ایک اہم شرعی قاعدہ نکلتا ہے جس کا دائرہ اطلاق بہت وسیع ہے۔ اس کی رو سے مسلمانوں کی حکومت کے لیے یہ جائز نہیں کہ کسی شخص یا گروہ یا قوم کے خلاف کوئی کارروائی ایسے مجبوروں کی دی ہوئی خبروں کی بنا پر کر ڈالے جن کی سیرت بھروسہ کے قابل نہ ہو۔“ (۳۸)

اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہؓ پر تہمت کے ضمن میں جب برأت و طہارت کے ثبوت میں جو آیت نازل ہوئی اس سے خبر کی تحقیق و صداقت کا پتہ چلتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهَذَا سُبْحَانَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ﴾ (۳۹)

”اور جب تم نے اس خبر کو سنا تو کیوں نہیں کہہ دیا کہ ہمارے لیے ایسی بات کہنا مناسب نہیں، تیری ذات

پاک ہے یہ بہت بڑا بہتان ہے۔“

رسول اکرم ﷺ نے اپنے ایک فرمان میں سنہری اصول یہ دیا ہے کہ محض سنی سنائی باتوں اور افواہوں پر یقین نہ کر لیا جائے۔ ارشاد گرامی ہے: كَفَى بِالْمَرْءِ إِثْمًا أَنْ يُخْدِتَ بَغْلًا مَا سَمِعَ (۵۰) (آدمی کے جھوٹا ہونے کی یہ دلیل کافی ہے کہ جو کچھ سنے اُسے آگے بیان کر دے)۔

اسی طرح خبروں کی اشاعت میں ذرائع ابلاغ کے ذمہ داروں اور اعلیٰ حکام کو خصوصی ہدایات دی گئیں ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولَى الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ﴾ (۵۱)

”اور جب ان کے پاس کوئی خبر امن یا ڈر کی پہنچتی ہے تو اسے مشہور کر دیتے ہیں اور اگر اُسے رسول ﷺ اور اپنی جماعت کے ذمہ دار اصحاب تک پہنچاتے تو اس کی تحقیق کرتے ہیں جو ان میں تحقیق کرنے والے ہیں۔“

گویا اس آیت کے مصداق ہر خبر کی تحقیق کا ہر شخص اہل نہیں ہوتا بعض خبریں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کی تحقیق خاص تحقیقی اہلیت کے مالک (Authorities) ہی کر سکتی ہیں۔ ایک ذمہ دار صحافی کا کام یہ ہے کہ وہ اطمینان بخش یا خوف ناک خبر کو سنتے ہی شائع نہ کر دے بلکہ اس کی صحت کو اچھی طرح جانے، پرکھے اور اگر خود کوئی فیصلہ نہ کر سکے تو اپنے ادارے کے کسی ایسے ذمہ دار رکن سے مشورہ کرے جو خبر کی جانچ پرکھ کا ملکہ رکھتا ہو تاکہ وہ اس کے قابل اشاعت ہونے یا نہ ہونے کا فیصلہ کر سکے۔ (۵۲)

۴۶ قومی و ملکی سالمیت کا فروغ:

ذرائع ابلاغ کی بنیاد ذمہ داری قومی و ملی یکجہتی اور سالمیت کے فروغ کے لیے اقدامات کرتا ہیں۔ اسلامی معاشرہ رنگ و نسل اور وطن و جغرافیہ کے بجائے عقیدہ کی وحدت پر منظم ہوتا ہے۔ اور عقیدے ہی کی بنیاد پر افراد معاشرہ اخوت کے رشتے میں جڑے ہوتے ہیں۔ قرآن حکیم نے اتحاد و اتفاق کو بہت بڑی نعمت اور انتشار و افتراق کو لعنت سے تعبیر کیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُم﴾ (۵۳)

”اور اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں تفرقے میں نہ پڑو اور اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تمہارے اوپر کی کہ تم ایک دوسرے دشمن تھے پھر اس نے تمہارے دلوں میں محبت ڈال دی اور اس کی نعمت سے تم آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔ تم آگ (تفرقہ بازی اور دشمنوں کی آگ) کے کنارے پرکھڑے تھے اور اس نے تمہیں اس آگ سے بچالیا۔“

انہی قرآنی تعلیمات کو نبی اکرم ﷺ نے عملی شکل مرحمت فرمائی۔ اجتماعیت اور یکجہتی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

”يد الله على الجماعة و من شد شد الى النار“ (۵۴)

”اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے اور جس شخص نے جماعت سے علیحدگی اختیار کی وہ جہنم کی آگ کی طرف دھکیلا گیا۔“

بدقسمتی سے وطن عزیز میں ایسے ذرائع ابلاغ فروغ پارہے ہیں جو ملکی سالمیت کو داؤ پر لگا رہے ہیں۔ ان کے پس پردہ جہاں بیرونی طاقتیں کام کر رہی ہیں جو ملک کو داخلی طور پر کمزور کرنا چاہتی ہیں وہیں مختلف گروہی، مسلکی، نسلی اور جغرافیائی تعصبات بھی ہیں۔ آئے روز پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا پر قومی اداروں اور ملکی سالمیت کے خلاف پراپیگنڈہ کیا جاتا ہے۔ حالانکہ

رسول اکرم ﷺ نے تمام قسم کی عصبیتوں کا خاتمہ فرمادیا۔

”لیس منا من دعا الی عصبیة ولیس منا من قاتل علی عصبیة ولیس منا من مات علی العصبیة“ (۵۵)

”وہ ہم میں سے نہیں جس نے دوسروں کو کسی عصبیت کی طرف دعوت دی، وہ ہم میں سے نہیں جس نے دوسروں کے ساتھ عصبیت کی بنیاد پر لڑائی کی اور وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عصبیت پر مارا گیا۔“
ایسے حالات میں ذرائع ابلاغ کو داخلی و خارجی سطح پر ایسی فضا کو فروغ دینا چاہیے کہ لوگ نفرت و انتشار سے بچیں اور ایک دوسرے کے قریب آئیں۔ آپ کا ارشاد کس قدر صورت حال کی ترجمانی کر رہا ہے۔
”لیس الکذاب الذی یصلح بین الناس ویقول خیراً ویمنی خیراً۔“ (۵۶)
”وہ شخص جھوٹا نہیں جو لوگوں میں صلح کروائے اور بہتر بات کرے اور اچھی بات دوسروں تک پہنچائے۔“

۵۔ ذرائع ابلاغ کا کردار اور ذمہ داریاں (سلبی پہلو)

اس سے قبل ہم نے ذرائع ابلاغ کے کردار اور ذمہ داریوں پر ایجابی پہلو سے استدلال کیا ہے ذیل میں سلبی پہلوؤں پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

۵.۱ ظلم و زیادتی کی نشاندہی:

معاشرہ میں ذرائع ابلاغ کا اہم کردار ’محتسب‘ کا بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معاشرہ میں جہاں بھی ظلم و زیادتی اور نا انصافی کسی فرد، طبقہ یا گروہ سے ہو رہی ہو اس کی نشاندہی کرنا ذرائع ابلاغ کی ذمہ داری ہے۔ تاکہ ظلم و نا انصافی کا ازالہ ہو اور عدل و انصاف کا دور درہ ہو۔ واضح رہے یہ عمل ”افشائے عیوب“ میں نہیں آتا۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

﴿لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظَلَمَ﴾ (۵۷)

”اللہ اس کو پسند نہیں کرتا کہ آدمی بدگوئی پر زبان کھولے، الا یہ کہ کسی پر ظلم کیا گیا ہو۔“

اس آیت کی تفسیر میں مشہور مفسر تاجی مجاہد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو پسند نہیں فرماتے کہ کوئی شخص کسی کی مذمت یا شکایت کرے لیکن اگر کسی پر ظلم ہو تو اس کے لیے جائز ہے کہ ظالم کی شکایت کرے اور اپنے معاملے کا اعلان کرے اور اس کے علم کو لوگوں پر ظاہر کرے، گو یا مظلوم کو اس کا حق دلانے کے لیے حرف شکایت زبان پر لانا ضروری ہے۔ (۵۸)

قتیل دنیا میں اس سامنا فی نہیں کوئی

جو ظلم تو سہتا ہے، بغاوت نہیں کرتا

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

”لوگ ظالم کو دیکھیں اور اس کا ہاتھ نہ پکڑیں تو بعید نہیں کہ اللہ ان پر عذاب عام نازل کر دے۔“ (۵۹)

ایک اور حدیث میں رسول اکرم ﷺ کا فرمان ہے۔

انصرا خاك ظالماً أو مظلوماً (۶۰)

”اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔“

صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ مظلوم بھائی کی مدد تو سمجھ میں آتی ہے، ظالم کی مدد کیسے کی جائے؟ آپ نے فرمایا کہ ظالم کا ہاتھ روکنا اور اسے ظلم سے باز رکھنا، اس کی مدد ہے۔

لیکن ظالم اور ظلم کی نشاندہی میں باوقار انداز اختیار کیا جائے اور دلائل و شواہد اور حقائق سے ہی خبر و واقعہ کو سامنے لایا جائے نہ کہ کسی کی پگڑی اچھالی جائے اور ذلیل و رسوا کر کے چھوڑا جائے یہ محض (Black Mailling) ہوگا۔ جو کہ بالعموم صحافتی دنیا میں روا رکھا جاتا ہے۔

۵.۲ تجسس اور ٹوہ کی ممانعت:

وقائع نگاری (Reporting) کو ذرائع ابلاغ میں بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ خبروں کی فراہمی کے لیے اخبارات، ریڈیو، ٹیلی ویژن کے شعبہ ہائے خبر میں کئی وقائع نگار اور علاقائی نامہ نگار مقرر ہوتے ہیں جو مختلف ذرائع سے خبریں اکٹھی کر کے اپنے اپنے اداروں کو مہیا کرتے ہیں۔ خبر رساں ایجنسیاں جو خبریں مہیا کرتی ہیں وہ بھی نامہ نگاروں کی ہی جمع کی ہوئی ہوتی ہیں۔ وقائع نگار (Reporter) کو چاہیے کہ جب اس پر یہ بات واضح ہو جائے کہ اس تک پہنچنے یا پہنچائی جانے والی خبر یا اطلاع دروغ گوئی پر مبنی ہے تو پھر خواہ کسی ہی دلچسپ اور سنسنی خیز کیوں نہ ہو اسے آگے نہ بڑھائے اور جھوٹی اور لغو بات کو نظر انداز کرے۔ (۶۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا﴾ (۶۲)

”اور رشتہ کے بندے وہ ہیں، جو جھوٹ کے گواہ نہیں بننے اور کسی لغو چیز پر ان کا گزر ہو جائے تو شریف آدمیوں کی طرح گزر جاتے ہیں۔“

اسی طرح اسلام فرد کی نجی زندگی (Privacy) کا تحفظ کرتا ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے ذرائع ابلاغ کا یہ کام نہیں وہ عیب جوئی، غیبت، بدگمانی، لوگوں کے معاملات کی ٹوہ لگانے اور کریدنے کا کام کریں۔ اسی طرح تجسس سے بھی منع کیا گیا ہے۔ اسلام ریاست کو بھی اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ شہریوں کے معاملات کی جاسوسی کرے یا ذرائع ابلاغ کو اس مقصد کے لیے استعمال کرے آج تفتیشی صحافت (Investigative Journalism) کہا جاتا ہے۔

اس میں اس امر کے قوی امکانات ہوتے ہیں کہ لوگوں کے عیوب بے نقاب ہوں اور وہ بلیک میل ہوں۔ اسلامی نظریے کے مطابق ذرائع ابلاغ کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ افراد کی نجی زندگی کے بارے میں کھوج لگاتے پھریں (۶۳) کیونکہ قرآن حکیم نے اس کی ممانعت کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا﴾ (۶۴)

”اے اہل ایمان! بہت گمان کرنے سے بچو کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور نہ تجسس کرو۔“

مذکورہ آیت میں ولا تجسسوا، یعنی لوگوں کے بھید نہ ٹٹولو کا جو حکم دیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسروں کے خانگی اور ذاتی معاملات کی ٹٹول کر کے ان کے عیوب معلوم کرنا ایسی بد اخلاقی ہے جس سے طرح طرح کے فساد رونما ہوتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

”ایما کم و الظن فان اکذب الحدیث ولا تجسسوا ولا تحسسوا ولا تنا جشروا ولا تحاسدوا ولا تباعضوا ولا تدابروا وكونوا عبدا لله اخوانا“ (۶۵)

”بدگمانی سے بچ کر رہو کیونکہ بدگمانی سب سے بڑھ کر جھوٹ بات ہے، اور نہ کسی کی راز جوئی کرو اور نہ کسی کی جاسوسی کرو اور قیمت بڑھانے کے لیے بولی دو اور نہ ایک دوسرے سے حسد کرو اور نہ ایک دوسرے سے بولی رکھو اور نہ باہم روگردانی کرو اور اے اللہ کے بندو بھائی بھائی ہو جاؤ۔“

ایک اور موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا:

”انک ان اتبع عورات الناس أمسند تهيم أو کدث ان تفسدهم“ (۶۶)

”تم اگر لوگوں کے مخفی حالات معلوم کرنے کے درپے ہو گئے تو ان کو پکاڑ دو گے یا کم از کم بگاڑنے کے قریب پہنچا دو گے۔“

رسول اکرم ﷺ نے تجسس کے مقابلہ میں ستر پوشی کی تاکید فرمائی۔

”من رای عورة فسترها کان کمن احیا مودة“ (۶۷)

”جس کسی نے کسی کا کوئی عیب دیکھا اور اسے چھپائے رکھا تو گویا اس نے اتنا بڑا کام کیا کہ گویا زندہ درگور کی ہوئی لڑکی کو قبرے سے نکال لیا۔“

۵.۳ فحاشی پر مبنی مواد کی روک تھام:

اسلام اس امر کو پسند نہیں کرتا کہ معاشرے میں کسی بھی عنوان سے برا بیوں کا چرچا ہو اس لیے اس نے فحاشی کی اشاعت کو حرام قرار دیا ہے۔ لیکن بد قسمتی سے ہمارے ذرائع ابلاغ خواہ وہ پرنٹ میڈیا ہو یا الیکٹرانک میڈیا، جنس و جرائم سے متعلق خبروں، مضامین اور تصاویر کو پوری تفصیل و تزئین کے ساتھ شائع اور نشر کرتے ہیں۔ بعض اخبارات و رسائل نے باقاعدہ صفحات اور ایام مختص کر دیئے ہیں، جن میں نام نہاد ملکی و غیر ملکی اداکاروں، گلوکاروں اور خواتین کھلاڑیوں کی نیم برہنہ تصاویر شائع کرتے ہیں اور اس کو باقاعدہ آرٹ، کلچر اور شو بز کا عنوان دیا جاتا ہے۔ اسی طرح مختلف ٹی وی، چینلز پر تفریح (Intertainment) کے نام پر کھلی بے راہ روی کو فروغ دیا جا رہا ہے اور تو اور سوشل میڈیا پر فحش مواد بالخصوص نازیبا اشتہارات غیر مطلوب (Unwantedly) موجود ہوتے ہیں۔ جس سے ناظرین پر انتہائی برے اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔

اسلام کا معاملہ بالکل مختلف ہے اس کے پاس اخلاقی و روحانی بنیادوں پر ایک جامع معاشرتی نظام موجود ہے۔

ایسی صورت میں ہمارے معاشرے کی ترجمانی کے دعویدار ذرائع ابلاغ کا مغربی معاشرے کی تقلید کرنا کسی طور پر درست نہیں ہے اس کا صاف مطلب ہم اپنے دین اور معاشرتی اقدار سے روگردانی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ (۶۸)

اسلام برائی اور فحاشی کے فروغ اور اشاعت کو قطعی حرام قرار دیتا ہے اور ایسا کرنے والوں کو سخت وعید سناتا ہے نیز اس امر کی صراحت بھی کرتا ہے کہ اس کا ارتکاب کرنے والے حقیقتاً اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دے رہے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُجَاهِدُونَ أَنْ تَشْهَرَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ (۶۹)

”جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی پھیلے ان کو دنیا و آخرت میں دکھ دینے والا

عذاب ہوگا۔“

ڈاکٹر خالد علوی لکھتے ہیں:

”اس پس منظر میں جدید ذرائع ابلاغ کو دیکھیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کا کام فواحش کی اشاعت کے سوا کچھ نہیں۔ موجودہ ذرائع ابلاغ نو جوان نسل کو عریانی، فحاشی اور جنسی بے راہ روی کی دلدل میں دھکیل رہے ہیں۔ فیشن شو، اشتہارات، شو بزز، ڈریس ڈیزائنگ اور گیمز کی آڑ میں بے حیائی کا سیلاب ہے جو تمام اخلاقی قدروں کو ساتھ بھائے لے جا رہا ہے۔ ڈش انٹینا اور کیبل نیٹ ورک ہر قسم کی نشریات و مناظر دکھائے جا رہے ہیں۔ بین الاقوامی چینلوں میں جتنی فلمی اور موسیقی کے پروگرام آوارگی پھیلانے کا بین الاقوامی ایجنڈہ ہے۔“ (۷۰)

آج کے دور میں جملہ ذرائع ابلاغ (پرنٹ و الیکٹرانک میڈیا) اپنی اشاعت اور رینٹنگ بڑھانے اور کاروباری لوگ اپنی تجارت اور مصنوعات کو مقبول بنانے کے لیے اشتہار بازی میں جن انسانی خواہشات کو استعمال کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان میں جنسی اور حسن کی خواہش اور طلب سرفہرست ہوتی ہے۔ عورت کو ہر اشتہار کی زینت بنایا جاتا ہے۔ مولانا تقی عثمانی لکھتے ہیں:

”ہمیں یہ لکھتے ہوئے انتہائی دکھ ہوتا ہے کہ تجارتی منافع کی دوڑ میں ہماری صحافی برادری نے عفت اور اخلاق کی ہر قدر کو پامال کر ڈالا ہے، عریانی و فحاشی کو فروغ دینے میں ہر اخبار دوسرے سے آگے نکل جانے کی فکر میں ہے۔ سینما کے اشتہارات کا حصہ جس قدر متعفن اور اخلاقی جذام کا حامل ہوتا ہے وہ تو کسی تشریح کا محتاج ہی نہیں، عام خبروں کا حصہ بھی بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کوئی شریف اور باحیا انسان اسے اپنے بچوں کے سامنے نہیں پڑھ سکتا، اخلاقی جرائم کی خبریں بہت ممتاز اور نمایاں کر کے شائع کی جاتی ہیں اور ان کی تفصیلات مزے لے لے کر قسط وار بیان ہوتی ہیں اور کچھ نہیں تو کسی غیر ملکی فاحشہ کی کسی معمول نقل و حرکت کی خبر شائع کرنے کے بہانے اس کی نیم عریاں تصویر شائع کر دی جاتی ہے۔ لہذا خدا کے لیے

اپنے اخبارات کے طرز عمل پر نظر ثانی کیجئے، ان میں اخلاقی جرائم کی خبریں، فحش مضامین اور عریاں اشتہارات کو بند کیجئے، صاف ستھری صحافت کو فروغ دیجیئے، قوم کو عریانی پر مائل کرنے کی بجائے اس میں علم و ادب کا پاکیزہ مذاق پروان چڑھائیے اور ان میں ایک ایسا مستحکم ملی شعور پیدا کیجئے جو اس قوم کو خود داری، غیرت و حمیت اور تعمیر و ترقی کی راہ پر گامزن کر سکے۔“ (۷۱)

رسول اکرم ﷺ نے حیا کو ایمان کا حصہ قرار دیا ہے اور ہر طرح کی غلط کاری اور فواحش کو حرام و ممنوع قرار دیا۔ آپ کا یہ فرمان کس قدر بلیغ ہے:

(آدمی اپنے تمام حواس سے زنا کرتا ہے۔ دیکھنا آنکھوں کا زنا ہے، لگاؤٹ کی بات چیت زبان کا زنا ہے، آواز سے لذت لینا کانوں کا زنا ہے، ہاتھ لگانا اور ناجائز مقاصد کے لیے چلنا، ہاتھ پاؤں کا زنا ہے۔ بدکاری کی یہ ساری تمہیدیں جب پوری ہو چکی ہیں تب شرم گاہیں اس کی تکمیل کر دیتی ہیں یا تکمیل کرنے سے رہ جاتی ہیں) (۷۲)

۵.۳ استہزاء، طعن و تشنیع سے گریز:

ذرائع ابلاغ کا ایک مقصد لوگوں کو تفریح مہیا کرنا بھی ہے۔ اس مقصد کے لیے مطبوعہ ذرائع ابلاغ ایسے کالم، مضامین اشعار اور کارٹون وغیرہ شائع کرتے ہیں جن کا مقصد مزاح اور ظرافت کے پیرائے میں کسی سقم یا مسئلہ کی نشاندہی یا کسی اہم شخصیت کے کمزور پہلوؤں کی طرف توجہ دلانا ہوتا ہے۔ اسی طرح برقی ذرائع ابلاغ بھی آئے روز ایسے پروگرام پیش کرتے ہیں۔ جن کا مقصد لوگوں کے لیے تفریح کا سامان مہیا کرنا ہے۔

اگرچہ ذرائع ابلاغ میں اس امر کی گنجائش موجود ہے کہ ہلکے پھلکے انداز میں وہ شخصیات کے بعض پہلوؤں کی نشاندہی کرے یا مقامی و ملکی مسائل کو اس اسلوب میں آگاہ کرے جس کے لیے زبان و بیان پر مکمل عبور رکھتا ہو۔ الفاظ و معانی کی نزاکتوں سے آگاہ ہو۔ سنجیدہ بات کے معصک پہلو کو ابھارنے کی صلاحیت ہو، دوسری اہم خوبی کہ اس کے نشتر ظرافت سے کسی کی دل آزاری نہ ہو وہ طعنے اور طعنہ زنی مزاح اور مہکلوپن کے فرق کو کبھی نظر انداز نہ ہونے دے۔ (۷۳)

ہمارے ہاں بیسویں صدی کے جینٹل مین جیسے ہیں جو مزاح اور تفریح کے نام پر استہزاء کرتے ہیں۔ کسی اہم شخصیت کا روپ دھار لینا، تکیہ کلام کو پکڑنا، نقل اتارنا اور طعن و تشنیع کا نشانہ بنانا عام بات ہے۔ اور اس کو تفریح کے نام پر گوارا کیا جاتا ہے۔ لیکن مزاح نگاری اور تفریح کی بھی اخلاقیات ہیں۔ کسی کا دل دکھانے، مذاق اڑانے اور تذلیل و تحقیر کو کبھی اچھا فعل تصور نہیں کیا گیا: ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسَىٰ أَن يَكُونُوا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ نِّسَاءٍ عَسَىٰ أَن يَكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَلَا تَلْمِزُوا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الْأَسْمُ الْفُسُوقِ بَعْدَ الْإِيمَانِ وَمَن لَّمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ (۷۴)

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو، نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں

اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو۔ ایمان لانے کے بعد، فسق میں نام پیدا کرنا بہت بری بات ہے جو لوگ اس روش سے باز نہ آئیں وہ ظالم ہیں۔“

حضور اکرم ﷺ نے ایسے تمام رویوں سے منع فرمایا ہے جس سے کسی مسلمان بھائی کی دل آزاری ہو۔ آپ کا ارشاد ہے:

”ان من اربى الربوا الا استطالة فى عرض المسلم بغير حق“ (۷۵)

”تمام قسم کی زیادتیوں سے زیادہ بڑی زیادتی یہ ہے کہ کوئی شخص ناحق کسی مسلمان کی عزت کے بارے میں زبان طعن دراز کرے۔“

ایک موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا:

”ان من اكبر الكبائر استطالة المرأة فى عرض رجل مسلم بغير حق و من الكبائر السباب بالسية“ (۷۶)

”بڑے گناہوں میں سے ایک گناہ یہ ہے کہ انسان کسی مسلمان شخص کی عزت کو (خاک میں ملانے کے لیے) بلاوجہ زبان درازی کرے اور بڑے گناہوں میں سے یہ بھی ہے کہ گالی کے بدلے گالی دے جائے۔“

سنسنی خیزی اور افواہوں سے گریز:

بلاشبہ آج کا دور تیز ترین ابلاغ کا دور ہے لمحہ بھر میں دنیا کے کسی بھی گوشے کی خبریں اور واقعات ایک جگہ سے دوسری جگہ تک پہنچ جاتی ہیں اسی سبب سے دنیا کو (Global Village) سے تعبیر کیا گیا ہے۔

مگر بعض اوقات اخبارات و رسائل محض سنی سنائی خبریں اور واقعات شائع کر دیتے ہیں۔ بالخصوص پاکستان میں شام کے اخبارات شہ سرخیوں کے ساتھ بے پرکی اڑتے ہیں اور معاشرے میں اتار کی، انتشار اور بے یقینی کی فضا پیدا کر دیتے ہیں۔ اسی طرح سینکڑوں کی تعداد میں مشرومز کی طرح ابھرتے ہوئے ٹی وی چینلوں خبریت (۷۷) (Breaking News) کی تلاش میں رہتے ہیں۔ بالخصوص ایسی خبریں یا واقعات جو سیاسی، سماجی و ثقافتی، ملکی اور غیر ملکی منظر نامے پر سرگرم (Hot Cakes) ہوتی ہیں۔ پھر تازہ ترین خبروں پر مذاکرات اور ٹاک شوز پر گرما گرم تبصرے ہوتے ہیں۔ یہ ٹاک شوز مسئلہ کو سلجھانے کی بجائے انتشار فکری پیدا کرتے ہیں۔

ایک، ڈیڑھ دھائی قبل چند ایک ہی ٹی وی چینل تھے ان پر خبروں کے اوقات مقرر ہوتے تھے۔ خبریں جمع ہوتیں، ان کی تصریق ہوتی بعد ازاں نشر ہوتی تھیں۔ بد قسمی سے اب ایسے چینلوں موجود ہیں جو 7/24 تازہ (Live) خبریں ہی نشر کرتے رہتے ہیں۔ اگر کہیں بُری خبر آجائے دھماکہ وغیرہ کی تو اس انداز میں نشر کرتے ہیں کہ جیسا پورا ملک ہی دھماکوں سے لرز اٹھا ہے۔ گلی محلے کی معمولی خبروں کو بھی یوں مرج مصالحہ لگا کر بڑے جرائم کے انکشافات ثابت کرنے پر تلتے ہوتے ہیں

دراصل یہی سنسنی خیزی ہے، ایسے میں ذرائع ابلاغ سے محسوس ہوتا ہے کہ کہیں بھی کوئی خیر کی خبر نہیں ہے۔ اور بین الاقوامی طور پر ملکی بدنامی اور برائتاثر ظاہر ہوتا ہے۔

ہر جگہ اور ہر وقت قتل و غارت، لوٹ بازاری، ڈاکہ زنی اور ظلم و زیادتی کا بازار گرم ہے بلکہ اگر کہا جائے کہ میڈیا زیادہ تر منفی رجحان پیدا کر رہا ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ وقائع نگار اور تبصرہ نگار بیانات کو کچھ کا کچھ بنا کر پیش کرتے ہیں۔ افواہوں کا بازار گرم ہوتا ہے۔ ترقیاتی اور تجارتی منصوبے ٹھپ ہو جاتے ہیں بیرونی سرمایہ کاری کی جاتی ہے صرف یہی نہیں حکومتیں بھی عدم استحکام کا شکار ہو جاتی ہیں بلکہ بعض اوقات ملکی سالمیت کو بھی خطرات لاحق ہو جاتے ہیں۔

یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ذرائع ابلاغ کا کوئی سرے سے ضابطہ اخلاق ہی نہیں ہے قرآن حکیم نے یہ شر پسندوں کا طریقہ بتایا کہ ہر طرح کی خبریں بلا سوچے سمجھے پھیلا دیتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولَى الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ﴾ (۷۸)

”یہ لوگ جہاں کوئی اطمینان بخش یا خوف ناک خبر سن پاتے ہیں تو اسے پھیلا دیتے ہیں حالانکہ اگر یہ رسول ﷺ اور اپنی جماعت کے ذمہ دار اصحاب تک پہنچائیں تو وہ ایسے لوگوں کے علم میں آجائے جو ان کے درمیان اس بات کی حیثیت رکھتے ہیں کہ اس سے نتیجہ اخذ کر سکیں۔“

اسی طرح حضور اکرم ﷺ نے محض سنی سنائی بات کو پھیلانے والے کو غیر معتبر اور غیر ذمہ دار شخص قرار دیا ہے۔ فرمان مبارک ہے:

”کفی بالمرء إثمًا ان يحدث بكل ما سمع“ (۷۹)

”آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہ کافی دلیل ہے کہ وہ جو کچھ سنے، آگے بیان کر دے۔“

اسی طرح رسول اکرم ﷺ نے معاشرہ میں فتنہ اور فساد کو پھیلانا منافقین کا طرز عمل قرار دیا ہے۔ چنانچہ آپ کا ارشاد ہے:

”ان من شر الناس ذالو جهين الذي ياتي هؤلاء بوجه هؤلا بوجه“ (۸۰)

”لوگوں میں سب سے برا وہ شخص ہے جو دو منہ رکھتا ہے کچھ لوگوں کے پاس وہ ایک چہرے کے پاس آتا ہے اور کچھ لوگوں کے پاس دوسرے چہرے کے ساتھ۔“

۶۔ تجاویز و سفارشات:

پاکستان ایک نظریاتی، اسلامی ملک ہے۔ مملکت پاکستان کے لیے ذرائع ابلاغ کی ایسی پالیسی کی ضرورت ہے جس سے ایک طرف اسلامی اور نظریاتی شخص کا تحفظ ہو اور دوسری طرف عوام کو صحت مند، مثبت اور مفید معلومات مہیا کرے۔ ذرائع ابلاغ کے کردار اور ذمہ داریوں کی بابت چند تجاویز بطور سفارشات پیش خدمت ہیں:

۱۔ اخبارات و رسائل کے لیے صحافیوں اور اخباری نمائندوں کی تنظیم (PFUJ)، (CPNE) اور (APNS) کی طرف سے جاری کئے گئے ضابطہ ہائے اخلاق اخباری صنعت سے متعلق مکمل دستاویزات ہیں، ان پر عمل درآمد کو یقینی بنایا

جائے۔

۲۔ اسی طرح پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی (PEMRA) اپنے وضع کردہ مقاصد، لائسنس کی شرائط و ضوابط اور میڈیا براڈ کاسٹرز و کیبل ٹیلی ویژن آپریٹرز کے لیے جاری کردہ ضابطہ اخلاق پر عمل درآمد کو یقینی بنائے۔ اور خلاف ورزی کرنے والے چینلوں کے لائسنس فوراً منسوخ کرے۔

۳۔ الیکٹرانک میڈیا پر بالعموم جب کوئی قومی اور حساس امور سے متعلق اہم خبر نشر ہوتی ہے یا کسی واقعہ کی تفصیل منظر عام پر آتی ہیں اور عوامی رد عمل سامنے آتا ہے تب میڈیا کے ارکان حرکت میں آتے ہیں۔ حالانکہ از خود نظام کے تحت تمام نشریات اور چینلوں کی مانیٹرنگ کرے اور قومی دفاعی مفاد کے خلاف نشریات کو روک لے۔

۴۔ حکومتی و سرکاری ذرائع ابلاغ بالخصوص ریڈیا پاکستان اور پاکستان ٹیلی ویژن کو حکومت پاکستان خاطر خواہ سالانہ بجٹ مہیا نہیں کر رہی جس کی وجہ سے نئے رجحانات کے مطابق پروگرام تخلیق نہیں کیے جا رہے اور پرانے ریکارڈ شدہ پروگراموں سے کام چلایا جا رہا ہے۔ علاوہ ازیں ذاتی تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ فن کاروں اور کارکنان کو خاطر خواہ معاوضہ جات نہیں دیئے جاتے اگر دیئے بھی جاتے ہیں تو انتہائی تاخیر سے، جس کی وجہ سے باصلاحیت افراد نجی ٹی وی چینلوں کا رخ کر رہے ہیں۔

۵۔ پریس کونسل آف پاکستان، جس کا قیام صدارتی آرڈیننس ۲۰۰۲ء کے تحت عمل میں لایا گیا تھا، جس کے انیس ممبران تجویز کیے گئے تھے اور ایک جامع ضابطہ اخلاق بھی تشکیل دیا گیا تھا بوجہ اس پر عمل درآمد نہیں کیا گیا اس کونسل اور اس کے ضابطہ اخلاق کو قانونی شکل دی جائے۔

۶۔ اسلام، رسول اکرم ﷺ، خلفائے راشدین، امہات المؤمنین اور بزرگان دین کی ذات مبارک کے خلاف کوئی مواد ذرائع ابلاغ میں شائع و نشر نہ کیا جائے۔

۷۔ افواج پاکستان، بانی پاکستان، نظریہ پاکستان اور علامہ اقبالؒ کی ذات یا افکار کے خلاف کوئی مواد شائع و نشر نہ کیا جائے۔

۸۔ کسی مذہبی فرقے کی دل آزاری پر مبنی کوئی مواد شائع نہ کیا جائے جو ہتک عزت کے قانون کی ذیل میں آتا ہو۔ نیز مذہبی، لسانی منافرت پر مبنی مواد شائع نہ کیا جائے۔ (۸۱)

۹۔ گزشتہ چند سالوں سے ٹی وی چینلوں پر یہ رجحان دیکھنے میں آیا ہے کہ غیر ملکی ڈرامے، فلمیں جوں کی توں نشر کر رہے ہیں یقیناً ان کی تشکیل ایک خاص پس منظر میں ہوتی ہے۔ جس سے مغربی تہذیب و ثقافت نہایت تیزی سے پاکستانی معاشرے میں سرایت کر رہی ہے ان پر پابندی عائد کی جائے۔

۱۰۔ ہمارے اخبارات، ریڈیو، ٹی وی چینلوں سے پہلی ہی نظر میں یہ محسوس ہونا چاہیے کہ یہ اسلامی مملکت اور معاشرے

کے ذرائع ابلاغ ہیں نیز ان کی مطبوعات اور نشریات پر اسلامی چھاپ ہونی چاہیے۔

۱۱۔ ذرائع ابلاغ کا بنیادی فرض ہے کہ وہ اپنے پروگراموں اور خبروں میں صداقت کو اپنائے۔ مبالغہ آمیزی اور درست اطلاعات نہ ملنے کی وجہ سے لوگ غیر ملکی ذرائع ابلاغ پر اعتماد کر رہے ہیں۔

۱۲۔ ذرائع ابلاغ کی بے محابا آزادی کو روکنے کے لیے عالمی ذرائع ابلاغ اور اقوام متحدہ کے تحت ضابطہ اخلاق تشکیل دینے کے لیے وزارت اطلاعات اور حکومت پاکستان اپنا کردار ادا کرے۔

۱۳۔ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا پر ناشرانہ اور غیر اخلاقی اشتہارات و مواد کی نشر و اشاعت سے روکا جائے۔

۱۴۔ اگر چہ سوشل میڈیا اس دور کی ایک مفید ناگزیر ضرورت ہے جس سے لوگ ایک دوسرے سے تبادلہ خیال کرتے ہیں اور رابطہ میں رہتے ہیں مگر اس کا غلط استعمال بالخصوص پاکستان میں حد سے بڑھ گیا ہے۔ فرضی ناموں سے فیس بک پر اکاؤنٹس بنائے ہوئے ہیں، جہالت اور تعصب کی وجہ سے بعض لوگ سیاسی، مذہبی اور مسلکی گروہ بندی کو ہوا دے رہے ہیں۔ ایسے میں حکومت پاکستان/بیمبر اس کے منفی استعمال کو روکنے کے لیے اپنا کردار ادا کرے۔

۱۵۔ غیر اسلامی تصورات و نظریات کو روکنے اور خاتمے کے لیے سرکاری ذرائع ابلاغ اور الیکٹرانک میڈیا میں ایسے مردوں کا رول لائے جائیں جو اخلاقی، فکری، علمی اور عملی لحاظ سے اسلامی تعلیمات سے مخلص اور وفادار ہوں۔

۱۶۔ ایسا بورڈ تشکیل دیا جائے جو فلمی ایوارڈ کی طرح اخبارات اور دیگر ذرائع ابلاغ کی مثبت سرگرمیوں پر ایوارڈ دینے کی سفارش کرے۔ (۸۲)

حواشی و حوالہ جات

- ۱۔ النحل، ۱۶: ۳۵
- ۲۔ الاحزاب، ۳۳: ۳۶
- ۳۔ المائدہ، ۵: ۲۷
- ۴۔ ابراہیم، ۱۴: ۵۲
- ۵۔ مسلم، الجامع الصحیح، حدیث نمبر ۱۲۱۸
- ۶۔ بخاری، کتاب الحج، باب الخطیۃ ایام منی ۲۸۵
- ۷۔ لوئیس مالوف، المنجد بذیل مادہ بل غ، خزینۃ علم و ادب، الکریم ریکیٹ اردو بازار لاہور ص ۷۰
- ۸۔ لغات القرآن، ص ۳۶ نیز دیکھیے: اصفہانی، راغب، مفردات القرآن، کتاب الباء، حنیف ندوی، لسان القرآن، علم و عرفان، پبلیشرز اردو بازار لاہور، ۱۹۹۸ء
- ۹۔ المائدہ، ۵: ۶۷
- ۱۰۔ ہود، ۱۱: ۵۷
- ۱۱۔ ابراہیم، ۱۴: ۵۲
- ۱۲۔ الاحزاب، ۲۳: ۳۹
- ۱۳۔ خالد علوی، ڈاکٹر، اسلام کا معاشرتی نظام، الفیصل ناشران و تاجران کتب، اردو بازار لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۳۹۸
- ۱۵۔ سعدی، نفس الدین، ابلاغ عامہ اور دور جدید، ڈیسینٹ پریس کراچی، ۱۹۸۶ء، ص ۱۳
- ۱۶۔ ایضاً ص ۵
- ۱۷۔ نفس الدین، ڈاکٹر، ابلاغ عامہ کی نئی جہتیں، مقتدرہ قومی زبان پاکستان، اسلام آباد، ۲۰۰۹ء، ص ۲
18. Emery, Alt, E., Introduction to Mass Communication, London, 1979, P. 8
- ۱۹۔ ابن منظور، لسان العرب، دار صادر بیروت، ۱۹۶۱ء، جلد ۹، ص ۸۷
- ۲۰۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب لاہور، ۱۹۷۲ء، ج ۱۲، ص ۷۶
21. Collier's Encyclopedia, The Cronell-Collier Publishing Company, 1963, 13/642
- ۲۲۔ الرحمن، ۵۵: ۳
- ۲۳۔ خالد علوی، اسلام کا معاشرتی نظام، ص ۴۰۲
- ۲۴۔ خالد علوی، اسلام کا معاشرتی نظام، ص ۴۰۵
- ۲۵۔ الحج، ۲۲: ۷۵
- ۲۶۔ المائدہ، ۵: ۶۷
- ۲۷۔ الاعراف، ۷: ۶۸
- ۲۸۔ محمد شفیع مفتی، آداب الاخبار در کتاب صحافت اور اس کی شرعی حدود، ادارہ اسلامیات لاہور، ۲۰۰۳ء، ص ۲۱
- ۲۹۔ مبارک پوری، مفتی الرحمن، الریق المختوم، المکتبۃ السلفیہ، شیش محل روڈ لاہور، ص ۱۱۳
- ۳۰۔ ایضاً، ص ۱۱۳
- ۳۱۔ یثاق مدینہ کے تفصیلات کے لیے دیکھیے: ڈاکٹر محمد حمید اللہ، مجموعہ الوثائق سیاسیہ للعہد النبوی والخلافۃ الراشدہ، دار الفکر بیروت، ۱۹۸۳ء
- ۳۲۔ محبوب رضوی، سید، مکتوبات نبوی، نذیری سنز اردو بازار لاہور، ۲۰۰۴ء
- ۳۳۔ شمار احمد، ڈاکٹر، خطبہ حجۃ الوداع، کتاب سرائے لاہور۔
- ۳۴۔ الاحزاب، ۳۳: ۲۱
- ۳۵۔ التوبہ، ۹: ۱۱۹
- ۳۶۔ النساء، ۴: ۱۳۵
- ۳۷۔ ابن اثیر، محمد الدین: جامع الاصول فی احادیث الرسول، حدیث نمبر ۹۳۱۷
- ۳۸۔ الطبرانی: المعجم الاوسط، حدیث نمبر ۶۸۲۴ نیز البیہقی: احسن ابی بکر: اتحاف الخیرۃ المبرقۃ، ۸/۶۸، حدیث نمبر ۷۴۹۲
- ۳۹۔ آل عمران، ۳: ۱۱۰
- ۴۰۔ ترمذی، ابواب الفتن، باب ما جاء فی الامر بالمعروف والنہی عن المنکر ۳۹/۲
- ۴۱۔ اسلام کا معاشرتی نظام، ص ۴۱۷
- ۴۲۔ اعلق، ۹۶: ۵
- ۴۳۔ محمد شفیع مفتی، آداب الاخبار در کتاب صحافت اور اس کی شرعی حدود، ادارہ اسلامیات لاہور، ۲۰۰۳ء، ص ۳۵-۳۷

- ۴۷۔ الحجرات: ۶، ۴۹
- ۴۸۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹۸۴ء، ج ۵، ص ۷۴
- ۴۹۔ النور: ۱۶، ۲۳
- ۵۰۔ مستدرک حاکم، کتاب العلم، ۱/۱۹۵، حدیث نمبر: ۳۸۲؛ نیز السیوطی: الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور، ۲/۶۸۴
- ۵۱۔ النساء: ۸۳، ۴
- ۵۲۔ زینی، عبدالسلام، اسلامی صحافت، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی، ۱۹۹۰ء، ص ۱۳۵
- ۵۳۔ آل عمران: ۱۰۳، ۳
- ۵۴۔ مستدرک حاکم، کتاب العلم، حدیث نمبر: ۳۹۱؛ نیز الترمذی: السنن، باب ماجاء فی لزوم الجماعة، حدیث نمبر: ۲۱۶۶
- ۵۵۔ ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی الصیغۃ
- ۵۶۔ البخاری، محمد بن اسماعیل: الادب المفرد، ۱/۱۳۹، حدیث نمبر: ۳۸۵
- ۵۷۔ النساء: ۴
- ۵۸۔ روح المعانی بحوالہ تفسیر معارف القرآن، دارالاشاعت، کراچی
- ۵۹۔ الترمذی: السنن، نزول العذاب اذا لم یغیر المستکر، حدیث نمبر: ۲۱۶۸
- ۶۰۔ مسلم، الجامع الصحیح، کتاب البر والصلة، باب نصر الاخوان علی ما اؤمروا به
- ۶۱۔ زینی، عبدالسلام، اسلامی صحافت، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی، ۱۹۹۰ء، ص ۱۳۵
- ۶۲۔ الفرقان: ۷۳، ۲۵
- ۶۳۔ الحجرات: ۱۲، ۴۹
- ۶۴۔ البخاری، کتاب الادب، باب ما ینہی عن التخاصم، ۲/۸۹۶
- ۶۵۔ مسلم، کتاب البر، باب تحريم الکذب و بیان ما یباح منه
- ۶۶۔ ابن الاثیر، الجوزی،
- ۶۷۔ اسلامی صحافت، ص ۱۳۵
- ۶۸۔ اسلام کا معاشرتی نظام، ص ۱۳۳
- ۶۹۔ سنن ابی داؤد، باب فی الفقیہ، حدیث نمبر: ۴۸۷۹
- ۷۰۔ سنن ابی داؤد، باب فی الفقیہ، حدیث نمبر: ۴۸۷۹
- ۷۱۔ صفائی، محمد تقی، مدیران جراند سے، ماہنامہ ابلاغ، ماہ صفر، ۱۳۹۶ھ، در مشمولہ کتاب صحافت اور اس کی شرعی حیثیت، حوالہ مذکور ص ۱۰-۱۳
- ۷۲۔ الطبرانی: المعجم الکبیر، حدیث نمبر: ۸۶۶۱
- ۷۳۔ الحجرات: ۱۱: ۴۹
- ۷۴۔ ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی الفقیہ؛ نیز السنن الکبریٰ للبیہقی: باب من تجوز شہادۃ من لا تجوز، حدیث نمبر: ۴۳۵۱
- ۷۵۔ سنن ابی داؤد، باب فی الفقیہ، حدیث نمبر: ۴۸۷۹
- ۷۶۔ صحافت کی دنیا میں خبر، معمول کی بات کو نہیں کہتے بلکہ غیر معمولی، انسانی دلچسپی کی چیز کو کہتے ہیں۔ مثلاً صحافت کے باوا آدم لا رؤا ترحہ کلف سے جب سوال کیا گیا تو انہوں نے کہاں، اگر کتا انسان کو کاٹے تو یہ کوئی خبر نہیں لیکن اگر انسان کتے کو کاٹ لے تو یہ خبر ہے۔ دیکھیے: عبدالسلام خورشید، فن صحافت، مکتبہ کارواں، کچہری روڈ لاہور، ۱۹۷۲ء، ص ۳۲
- ۷۷۔ النساء: ۸۳، ۴
- ۷۸۔ مستدرک حاکم، کتاب العلم، ۱/۱۹۵، حدیث نمبر: ۳۸۲؛ نیز السیوطی: الدر المنثور فی التفسیر بالمأثور، ۲/۶۸۴
- ۷۹۔ مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الادب، باب ما قبل التوجہین
- ۸۰۔ احسن اختر ناز، ڈاکٹر، بحالی اخلاقیات (Press Ethics) عظیم اکیڈمی، اردو بازار لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۵۳
- ۸۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: سفارشات برائے ذرائع ابلاغ عامہ دررپورٹ معاشرتی اصلاحات، اسلامی نظریاتی کونسل، حکومت پاکستان، اسلام آباد، ۱۹۹۳ء، صفحات ۹۷-۱۰۱